

علاج، مرض سے بہتر ہونا چاہیے!

عمران خان کی حکومت قطعاً مثالی نہیں تھی۔ پونے چار سال کے دور اقتدار میں غلطیاں کیں یا کروائی گئیں۔ ارڈر داس قبیل کے لوگ جمع تھے جنہیں اس امر میں کوئی لچکی نہیں تھی کہ خان صاحب اپنے دور حکومت کے بعد سیاسی اعتبار سے کسی نیچی جگہ پر برآ جمان ہوتے ہیں۔ یہ وہ درباری تھے کہ انہوں نے ہر وہ کام کروایا جس کی زبانی مخالفت تحریک انصاف اپنی پوری سیاسی زندگی میں شدوم سے کرتی رہی ہے۔ سانحہ یہ بھی تھا کہ خان صاحب کو گورننس کا کوئی عملی تجربہ نہیں تھا۔ صرف گورننس کی بات عرض کر رہا ہوں۔ اچھی یا بُری گورننس کی توجیہ بات کرنی ہی عبث ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ عام سے سیاسی ورکر کو بھی اچھی طرح اندازہ تھا کہ خان صاحب بنیادی فیصلے حد درجہ ادنی کر رہے ہیں۔ مثلاً پنجاب، پاکستان کی سیاست کی چاپی ہے۔ جو یہاں کامیاب ہے وہی مرکزی حکومت میں تخت پر بیٹھے گا۔ یہ سچ گلی محلہ کے کوئی معلوم تھا۔ مگر خان صاحب نے نامعلوم وجوہات کی بدولت، پنجاب جیسے اہم ترین صوبہ پر ایک ایسا شخص برآ جمان کر دیا جس کی نواز شریف کی طاقت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں تھی۔ حقیقت میں پانچ برس پہلے بزدار صاحب سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ کبھی اقتدار کے اعلیٰ مقام پر فائز کر دیے جائیں گے۔ یہاں ایک سمجھیدہ سوال ضرور اٹھتا ہے کہ تحریک انصاف نے جو اعتماد بزدار صاحب کی ذات پر کیا تھا۔ کیا وہ واقعی اس اعتماد پر پورا تر نے کے قابل تھے۔ خاکسار تو یہی عرض کرے گا کہ وہ ہرگز ہرگز اس سطح پر کام نہیں کر سکے، جس کی خواص کو توقع تھی۔ مقتدر اداروں نے بارہا خان صاحب کو سمجھایا کہ بزدار صاحب کو وزارت اعلیٰ سے ہٹایے۔ مگر خان صاحب نے ضدی پکڑ لی۔ کسی ادارے کسی معتدل شخص کی صائب بات سننے سے بھی انکار کر دیا۔ بلکہ وزارت اعلیٰ کے موقع امیدوار گرفتاریک ہوئے۔ علیم خان، اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ خان صاحب نے اپنی سیاست تباہ کر لی مگر بزدار کو ہٹانے سے انکار کرڈا۔ اداروں کے لئے یہ بات حد درجہ تعجب کی تھی کہ بالآخر عثمان بزدار صاحب کو کن وجوہات کی بنا پر کھا جا رہا ہے۔ تمام مقتدر اداروں نے یہ کڑوں کی گولی گل تو لی۔ مگر ان کے ذہن میں خان صاحب کے فیصلوں کے متعلق سوالات کھڑے ہو گئے۔ تمام اہم لوگ جانتے ہیں کہ مقتدر قوتوں کے خان صاحب سے تعلقات کس نکتہ پر بگڑنے شروع ہو گئے۔ مگر اس کا ایک اور نتیجہ بھی تکلا جس کی کسی کو بھی توقع نہیں تھی۔ بزدار صاحب نے کھل کر ہیلنا شروع کر دیا۔ مطلب آپ سمجھ چکے ہوئے یعنی خان صاحب کو سیاسی اعتبار سے دو گناہ قسان پہنچا شروع ہو گیا۔

آج سے ٹھیک چھ ماہ پہلے تحریک انصاف کے یہ حالات ہو چکے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ آنے والے ایکشن میں حد درجہ غیر موقوف حالات ہوں گے۔ سیاسی اکابرین سے نہ چاہتے ہوئے بھی رابطوں میں تھا اور ہوں۔ قلیل مدت پہلے تحریک انصاف اپنی مقبولیت میں حد درجہ نچلے درجہ پر فائز تھی۔ خان صاحب کو سب کچھ بتایا جا رہا تھا۔ بہت سی ایسی چیزوں جانتا ہوں جو لکھنہیں سکتا۔ صرف اشارہ کے اعتبار سے بات کروں گا۔ خان صاحب نے کل وہم، یور و کریسی کے بارے میں تمام اختیار ایک ایسے سرکاری ملازم کو دے ڈالا جس کو پنجاب جیسے اہم ترین صوبے کی نوکر شاہی کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ مگر حیرت یہ ہوئی کہ پنجاب جیسے صوبے سے مکمل طور پر ناواقف انسان کو سرکاری عمال کی مکمل بساط بچانے کا کام سونپ دیا گیا۔ لازم ہے کہ اس نے ناکام ہونا تھا۔ موصوف نے ناہل ترین سرکاری عمال پر ہاتھ رکھ دیا۔ ہاں ان میں سے کچھ لوگ پیدا گری کے فن میں بھی کیتا تھے۔ اس کے بعد چار گنوں میں روشنی نہ رہی۔ یعنی حد درجہ ناقص کارکردگی اور پھر یور و کریسی میں مکمل عدم توازن، یہ زہر قاتل طرز حکومت تھا۔ ہمارے ادارے سب کچھ جانتے تھے۔ انہوں نے سابقہ وزیر اعظم کو بارہا سب کچھ بتایا مگر وہ کسی کی بات سننے کے موڑ میں نہیں تھے۔ بلکہ اس سے ناراض ہو جاتے تھے۔ خان صاحب نے تمام مقتدر حلقوں سے اپنے تعلقات خراب کر لیے۔ مگر اس کے ذمہ دار لوگوں کو قطعاً اپنی پوزیشنوں سے نہیں ہٹایا۔ خان صاحب ایک عجیب سے ذہنی اور فکری دورا ہے سے گزر رہے تھے۔ اسی مدت میں عمران خان نے ایک ناقابل یقین فیصلہ کرنے کی بھی ٹھان لی۔ یہ بات ان کے مشیروں اور دوستوں کو معلوم تھی۔ خان صاحب کو اندازہ نہیں تھا کہ ان کے قریب ترین حلقة بھی حساس ترین بات باہر کر سکتے ہیں۔ بالکل یہی ہوا۔ اور جب یہ معاملہ سامنے آیا تو سوائے پسپائی کے کوئی راستہ نہیں تھا۔ یہ اسی طرز کا فیصلہ تھا جو نواز شریف اپنے دور اقتدار میں کر چکے تھے۔ بہر حال، گزارش صرف اتنی ہے کہ فقط پانچ ماہ پہلے خان صاحب سیاسی اعتبار سے شدید تہائی کی طرف جا چکے تھے۔ وہ تمام ادارے جوان کو طاقت میں لائے تھے۔ ان کے خلاف ہو چکے تھے۔ اگر خان صاحب کو پانچ برس پورے کرنے دیئے جاتے تو غیر متعصب سطح پر عرض کر رہا ہوں کہ تحریک انصاف کو ایکشن میں بہت معمولی پذیرائی ملنی تھی۔ صاف نظر آرہا تھا کہ ان کا اقتدار ڈوب رہا ہے۔

مگر اس سطح پر ایک محیر العقول واقعہ ہوا۔ کسی دانا شخص نے مقتدر حلقوں سے یہ بات منوالی کہ خان صاحب کے خلاف تحریک عدم اعتماد مقتدر حلقے کروائی جائے۔ اس ایک واقعہ نے تمام مقتدر حلقوں سے یہ بات منوالی کہ خان صاحب کو معلوم تھا کہ ان کے خلاف تمام مقتدر حلقے یکسو ہو چکے ہیں۔ لہذا اب ان کے لئے مسائل بڑھ چکے ہیں۔ انہیں یہ بھی علم تھا کہ اب ان کی حکومت ختم کر دی جائے گی۔ اس مقام پر عمران خان نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کر دیا۔ اپنی کمزوریوں سے لوگوں کی نظر ہٹا دی۔ بیرونی سازش کا ایک ایسا بیانیہ قائم کیا جس کا وجود ہمیشہ سے ہر دور میں ہوتا ہے۔ مگر اس پر کبھی بات نہیں کی جاتی۔ یعنی ملکی سیاست میں سپر پا اور کا اثر و رسوخ۔ ویسے بینظیر بھٹو بھی سرعام امریکہ کے متعلق بات کرتی تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ امریکہ ہماری ہر حکومت کے آنے اور جانے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ خان صاحب کے علاوہ تمام مقتدر حلقے اس مداخلت پر خاموش رہتے تھے۔ عوام میں بھی اس اہم ترین نکتے پر بات کم ہی ہوتی تھی۔ یہ خواص کا قصہ تھا۔ مگر خان صاحب نے فیصلہ کیا کہ اس بات کو عوام تک لے جائیں گے۔ ویسے بھٹو نے یہ غلطی ضرور کی تھی اور اس کا خمیازہ بھی بھگتا تھا۔ خان صاحب کا ڈو میسائل کیونکہ درست تھا اور ہے۔ لہذا انہیں اندازہ تھا کہ انہیں بھٹو کی طرح سولی پر لکھانا ممکن ہے۔ لہذا انہوں نے بیرونی سازش کا انشگاف الفاظ میں اعلان کرنا شروع کر دیا۔ ان کا یہ فیصلہ غیر متوقع اور مشکل تھا۔ مگر جس اعتماد سے خان صاحب نے اس دقيق امر کو عام کیا۔ اسے عوامی پذیرائی ملنی شروع ہو گئی۔ ساتھ ساتھ مذہب اور خودداری کا بھی اہتمام کر دیا گیا۔ یہ بیانیہ لوگوں کے دل کے قریب تھا۔ عوام میں اس بیانیہ نے لوگوں پر جادو کا سماڑکیا بلکہ یہ عرض کر دیا کہ عام انسانوں کے دل کی آواز بن گیا۔ کون پاکستانی ہوگا۔ جو مذہب اور خودداری کے لفظی طسم سے متاثر نہیں ہوتا۔ وہی ہوا، خان صاحب کے ارڈر ڈلوگوں کا ہجوم کٹھا ہونا شروع ہو گیا۔ اور آج وہ ملک کے مقبول ترین سیاست دان ہیں۔

مگر یہاں ایک نکتہ توجہ طلب ہے۔ جن سیاست دانوں کو حکومت دی گئی۔ ان کی سیاسی ساکھ حدد درجہ منفی تھی۔ کرپشن کے الزامات رہنے دیجئے۔ ان کے دیگر معاملات بھی بہت زیادہ پسندیدہ نہیں ہیں۔ مگر اداروں کے پاس کوئی اور حل نہیں تھا۔ ادنی ساکھ والے غیر مقبول موجودہ حکمرانوں نے تمام قوانین صرف اپنے لئے ترتیب دے ڈالے۔ آنے والے ایکشن میں شیکنا لو جی کے استعمال سے انکار کرنا دراصل دھاندی کو تسلیم کرنے والی بات ہے۔ موجودہ سیاسی سیٹ اپ حد درجہ کمزور ہے۔ یہ صورت میں عوامی سطح پر سہولت دینے سے بھی عاری ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ملکی تاریخ کا سب سے نجیف تبادل ہے۔ خان صاحب ان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مقتدر ادارے پریشان ہیں۔ دراصل ہوا یہ ہے کہ مرض کا علاج ناقص ٹھہرا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ علاج نے تو سیاسی مرض کو مزید تکلیف دہ بنا دیا ہے۔